© rasailojaraid.com

زبان خنجر جو چپ رہے گی

سقوط مشرقی پاکستان پر ایک تاثر

رئیسہ عزیز

ناانصافی ہو تو محرومی کا احساس لازمی ہے۔ حق تلفی ہو تو انتشار پھیلتا ہے۔ ظلم ہو تو بغاوت سر اٹھاتی ہے۔ یہ قدرت کا بنایا ہوا اٹل قانون ہے۔ عمل اور رد عمل کے اس قانون کو ظلم و جور سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

پاکستان کے قاتل ہم ہی تو ہیں۔ یہ چھوٹا سا جملہ اپنے اندر بڑی گہرائی اور گیرائی لیے ہوئے ہے۔ اس پر بہت کچھ کہا اور سنا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک سرسری جائزے سے پہلے ہمیں اس بات کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ--- قتل اسی کو نہیں کہتے کہ سر تن سے جدا کر دیا جائے--- اور زندگی اس کو نہیں کہتے کہ تار نفس باقی رہ جائے۔

زہر کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں:

زہر کی ایک قسم وہ ہوتی ہے جس کا ایک قطرہ بھی بہت سی جانوں کو تلف کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

زہر کی ایک قسم وہ ہوتی ہے جسے بوند بوند کر کے جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

زہر کی ایک قسم وہ ہوتی ہے جو ذہنی اور جسمانی طور پر مفلوج اور ناکارہ بنا دیتی ہے۔

زہر کی ایک قسم وہ ہوتی ہے جس کو پینے والے زہر سمجھ کر نہیں بلکہ آب حیات سمجھ کر خود پیتے ہیں۔

زہر کی ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جو انسانی جسم میں فاسد مادہ دیر تک جمع رہ جانے کی صورت میں پھوٹ پڑتا ہے اور رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ کبھی یہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ کبھی یہ کسی جسم کو اس کے عضو سے محروم کر دیتا ہے کہ انسان زندہ تو رہتا ہے لیکن اپاہج اور معذور ہو جاتا ہے--- "کیا وہ زندہ ہے؟"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وہ افراد جن کے حلق میں بوند بوند کر کے زہر ٹپکایا جا رہا ہو اور یہ زہر بتدریج ان کو عقل و فہم، دانائی و بینائی اور سعی و عمل کی صلاحیتوں سے بیگانہ کرتا جا رہا ہو--- "کیا وہ زندہ ہیں؟"

زہر کی وہ قسم جس کو پینے والے خود پیتے ہیں اور آب حیات سمجھ کر پیتے ہیں، خواہ وہ ہیروئن ہو، چرس ہو، افیون ہو، شراب ہو، یا حرص و ہوس کی بھٹی پر کشید کیے ہوئے عیش و عشرت، جاہ و منزلت اور اقتدار کے جام ہوں--- "کیا وہ زندہ ہیں؟"

انسانی زندگی کو تلف کرنے والے یا ناکارہ بنانے والے، قوم و ملت کو ضمیر فروشی پر آمادہ کرنے والے، آزادی کی نعمت کو ٹھکرانے اور غلامی کی زنجیروں کو خوش نما بنانے والے، زندگی کو موت اور موت کو زندگی کے فریب میں مبتلا کرنے والے زہر کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن اس وقت ہمارے اپنے احتساب کے لیے یہی بہت کافی ہیں۔

پاکستان کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش بن گیا اور ہم یہ کہہ کر بری الذمہ ہو گئے کہ روس اور بھارت کی سازش تھی--- مگر یہ نہ سوچا کہ:

یہ سازشیں سرحد توڑ کر اندر داخل کیسے ہوئیں؟

ہماری قوت مدافعت کو فروخت کس نے کیا؟

پاک فوج کے وقار اور عزت و ناموس کے پرچم کو سرنگوں کس نے کیا؟

پاکستان کی سالمیت اور اسلام کی عظمت کو سربازار نیلام کس نے کیا؟

یہ سوال ہم کسی اور سے نہیں خود اپنے آپ سے کر رہے ہیں۔ اور ہمیں خود ہی اس کا جواب دینا ہے۔ ہم کسی اور کا گریبان نہیں پکڑ سکتے۔ لیکن خود اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے سینوں پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا نامۂ اعمال تو پڑھ سکتے ہیں۔

عصبیت اور حق تلفی کا وہ زہر جو بوند بوند کر کے سابق مشرقی پاکستان کے معصوم، ان پڑھ اور غربت زدہ عوام کے حلق میں ہم نے خود ٹپکایا تھا، اس نے ان کے ذہنوں کو ماؤف اور قوت فیصلہ سے محروم کر دیا، دوست دشمن کی تفریق کو مٹا دیا۔ وہ قوم جب عقل و ہوش سے بیگانہ ہو گئی تو خود اپنے پیروں پر چل کر اپنے مقتل میں پہنچ گئی۔ اپنے خون سے دشمن کو سرخرو کیا اور بہنوں کی آبرو سربازار نیلام ہو گئی۔

آزادی کا سودا غلامی سے کر لیا۔ اپنی خوش حالی کو بیچ کر فاقہ کشی خرید لی۔

وہ ساری زندگیاں جو اس ہولناک سانحے کی نذر ہو گئیں ان کا قاتل کون ہے؟

اسلام کی مشعل کو بجھانے کے لیے طوفان باد و باراں کون بن گیا؟

نور ایمان سے روشن سینوں میں زہر آلود قطرے اتارنے کا مجرم کون ہے؟

"ہم ہی تو ہیں"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس المیے کو ۲۸ سال گزر چکے ہیں۔ نہ اس وقت ہماری پیشانی عرق آلود تھی' نہ آج ہے۔

نہ اس وقت ہمیں اپنے خسارے کا ملال تھا نہ آج ہے۔ نہ اس وقت ہمیں یوم حساب کا اندیشہ تھا نہ آج ہے۔

ہمارے کلب' ہماری تفریح گاہیں' ہمارے سینما ہال' ہمارے محل اور ہمارے ایوان اس وقت بھی روشن قمقموں سے جگمگا رہے تھے' آج بھی جگمگا رہے ہیں۔ ہمارے نعمت خانے اس وقت بھی نعمتوں سے معمور تھے' آج بھی ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ زہر ہلاہل کی وہ ساری قسمیں جو اس وقت ہمارے پاس تھیں' آج بھی ہیں۔

کشمیر کی تحریک تو تائید غیبی اور سرفروش مجاہدوں کے جذبۂ جہاد کے باعث زندہ ہے ورنہ اس کی حمایت میں بیانات کی یکسانیت اور طفل تسلیاں' مذاکرات کے لامتناہی سلسلے اور دشمنوں کی استہزائی تنقید اور دعوے' زخموں پر نمک پاشی کے سوا کچھ نہیں۔

شہیدوں کے لہو' ماؤں کی آہ فغاں اور بیٹیوں کی فریاد سے چشم پوشی کرنے والے کون ہیں؟

"ہم ہی تو ہیں"۔

ذرا تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیے:

جب خلافت نے ملوکیت کا لبادہ زیب تن کر لیا تھا۔ اسلام کے پرچم کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا تھا۔ جذبۂ جہاد کو کشور کشائی اور ہوس اقتدار نے مجروح کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت بھی ہماری غیرت اور حمیت کا یہ عالم تھا کہ سندھ کے ساحلوں سے ایک عورت کی فریاد نے حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر حکمراں کو بے تاب کر دیا تھا۔ اور محمد بن قاسم سمندروں کا سینہ چیرتا ہوا سندھ کے ساحل پر اس ظلم کا حساب چکانے آپہنچا تھا۔

اس نے فاصلوں کا حساب نہیں لگایا تھا۔

اپنی فوجی طاقت کا اندازہ نہیں کیا تھا۔

فوجی کمک اور رسد کے امکانات سے بے نیاز ہو کر آیا تھا۔

اور تاریخ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ حجاج بن یوسف کی مصلحتیں اور نیت خواہ کچھ بھی رہی ہو' محمد بن قاسمؒ جیسا جواں سال مجاہد' اسلام کی غیرت اور حمیت کو للکارنے والوں کا حساب بے باق کرنے آیا تھا۔ اور اس کے اس ارادے میں نہ سمندر حائل ہوا نہ غریب الوطنی نے اس کی ہمتیں پست کیں۔ نہ وہ کمک اور رسد کے مسدود راستوں سے دل شکستہ ہوا۔ اس مقام اور اس واقعے کو بھی ہم نے "باب الاسلام" کا بڑا خوب صورت نام دے دیا ہے لیکن اس "باب الاسلام" سے جو اسلام داخل ہوا تھا اس کا شیرازہ بکھیرنے والے' اسے مجروح کرنے والے' اسے الفاظ و معانی کے جال میں الجھانے والے کون ہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ہم ہی تو ہیں"۔

ہماری یہ خود نوشت ابھی ختم نہیں ہوئی' اور ہم خود اپنے لہو سے جو نامۂ اعمال لکھ رہے ہیں اس کا کھاتا ابھی بند نہیں ہوا' اور نہ ہی اس کو بند کرنے کا اختیار ہمارے پاس ہے۔ اسے تو وہ بند کرنے والا ہی بند کرے گا جو صاحب اختیار و اقتدار ہے۔

اس سرزمین پاک پر ہم نے اسلام کا جو قلعہ تعمیر کرنے کا عہد کیا تھا' اس کی فصیلیں تو منہدم ہو گئیں لیکن عمارت کی بنیادیں اتنی مستحکم ہیں کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے ہمیں بڑی جانفشانی کرنی پڑی۔ اس کے لیے ہم نے اپنی نوجوان نسل کو برآمد کرنا شروع کر دیا۔

ہماری ذہانت' ہمارا علم' ہماری صلاحیت' ہمارا ہنر' ہمارے ڈاکٹر' ہمارے انجینئر' ہمارے حساب داں' ہمارے فلسفی' ہمارے سائنس داں' ہمارے مکینک' ہمارے محنت کش--- سب کو ہم نے زرمبادلہ کے عوض فروخت کر دیا۔

وہ بازو جو قلعے کی فصیلوں کو دوبارہ تعمیر کر سکتے تھے۔

وہ ذہانتیں جو ملک کی سیاست کو صحیح رخ پر موڑ سکتی تھیں۔

وہ علم جو ہمارے ملک سے جہالت کی تاریکی کو دور کر سکتا تھا۔

وہ ہنر جو قوم و ملت کی تعمیر نو میں مدد و معاون ہو سکتا تھا۔

وہ صلاحیتیں جو اسلام کے قلعے کو اغیار کی یلغار سے بچا سکتی تھیں۔

ہم نے اپنی ساری افرادی طاقت کو ہوس زر کا زہر دے کر جلاوطن کر دیا اور ملک کو افراط زر کی تباہ کاریوں سے اپنی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے پر مجبور کر دیا۔ قوم کے جو معمار یہاں رہ گئے تھے ان پر روزگار کے دروازے کس نے بند کیے تھے؟ وہ جو علم کی دولت سے جھولیاں بھر بھر کر واپس آئے تھے انھیں الٹے قدموں لوٹ جانے پر مجبور کر دینے والے کون تھے؟

"ہم ہی تو تھے"۔

وہ زرمبادلہ جس کی خاطر ہم نے اپنا لہو فروخت کر دیا اس سے ہماری معیشت مستحکم ہوئی یا نہیں ہوئی' یہ ایک الگ سوال ہے۔ لیکن اس نے ہماری معاشرت' ہمارے دین اور ایمان کی دھجیاں ضرور بکھیر دیں۔

خاندانوں کا شیرازہ بکھیرنے والے' بیوی کو شوہر سے جدا کرنے والے' بچوں کو باپ کی شفقت سے محروم کر کے گمراہی کے گڑھے میں دھکیلنے والے' بوڑھے ماں باپ کو عصائے پیری سے اور اولاد کو خدمت کی سعادت سے محروم کرنے والے کون ہیں؟

"ہم ہی تو ہیں"۔

ملک کو افراط زر کی تباہ کاریوں سے دوچار کرنے والے' سامان تعیش کی بہتات' تن آسانی' خود غرضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور خود پرستی کو معیار زندگی بنانے والے کون ہیں؟

"ہم ہی تو ہیں"۔

ہمارے اس اقدام سے ایک طرف تو نام نہاد سیاست دانوں اور ارباب اقتدار کے راستے صاف ہو گئے، جو کمزور و ناتواں اور کم فہم بچ رہے انھیں حسب منشا استعمال کرنے کی راہیں ہموار ہو گئیں۔ کسی مزاحمت کا اندیشہ نہ رہا اور جو صاحب صلاحیت، دانشور، باضمیر، مخلصین وطن، اسلام کے محافظ یہاں باقی رہ گئے ہیں ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ وہ احتجاج تو کر سکتے ہیں--- ظلم کی کلائی مروڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

انھیں مغلوب کرنے والے، انھیں معتوب کرنے والے، ان کی سعی و عمل کو بے برگ و بار کرنے والے، سیاست و اقتدار کو خاندانی ورثہ بنانے اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو عنان حکومت سونپنے والے کون ہیں؟

"ہم ہی تو ہیں"۔

ہمارے وہ کوہ کن جنھیں یہاں دودھ کی نہریں بہانی تھیں، ہمارے وہ غواص جنھیں سمندر کی اتھاہ گہرائیوں سے سچے موتی نکالنے تھے، جنھیں ریگستانوں کو سیراب کرنا تھا۔ ہمارے وہ بازو جنھیں اسلام کا پرچم بلند کرنا تھا۔ ہمارے وہ دانش ور جنھیں زندگی کے جدید تقاضوں کو دین سے ہم آہنگ کرنا تھا، انھوں نے اپنا وزن ترازو کے اس پلڑے میں ڈال دیا ہے جو پہلے ہی اسلام کو بے وزن کرنے پر کمربستہ ہے۔

اگر انھیں جانا ہی تھا تو کاش ہم نے انھیں خالد بن ولیدؓ بنا کر بھیجا ہوتا--- طارق بن زیادؒ بنا کر بھیجا ہوتا--- صلاح الدین ایوبیؒ بنا کر بھیجا ہوتا--- محمد بن قاسمؒ بنا کر بھیجا ہوتا--- یا وہ اصحاب صفہ کی تاریخ دہراتے ہوئے یہیں کسی سائبان میں پڑے ہوتے۔ جو کچھ میسر آتا اسی سے پیٹ کی آگ بجھا لیتے۔ کچھ نہ ملتا تو فاقوں سے جلا ملتی، علم دین کی روشنی بکھیرتے۔

ظاہر بیں آنکھیں ان کے کاہیدہ جسموں کو مٹتا ہوا دیکھتیں۔ لیکن درحقیقت وہ لافانی بن جاتے اور ہماری آیندہ نسلیں ان کی بے نفسی کی داستان سنہری حرفوں سے لکھتیں---!

اے کاش! --- اے کاش!

© rasailojaraid.com